خلع میں حکمِ حاکم کی حیثیت: فقہ جعفری کا مطالعہ

(Status of the Order of Ruler in *Khul'*: A Study of *Ja'farī* Jurisprudence**)**

* Syed Musrrat Iqbal Zaidi
**Dr. Sajjad Ali Raeesi
*** Serfraz Hussain Saeed

Abstract

This article studies the status of the order of the ruler for *Khul'* in *Ja'farī* Jurisprudence. *Khul'* (a form of divorce initiated by a wife) is one of the reasons for separation of husband and wife. It is realized at the time when the wife hates her husband and wants to be free from the marital relationship by giving him some money (property). The question arises that as soon as the spouses agree on the money and the money (property) is exchanged, the separation will happen automatically, or is it necessary to approach to the ruler of *Sharī'ah* to end the marital relationship? According to the Jurists separation will not be achieved automatically by paying money (property). However, there are two theories on whether or not to approach the ruler of *Sharī'ah* for *Khul'*. This article supports the opinion of the jurists who consider it necessary to approach the ruler of *Sharī'ah* for *Khul'*.

Key Words: Spouses**,** *Khul'*, ruler, *Ja'farī* Jurisprudence, opinions

* PhD Scholar Islamic Studies, Shah Abdul Latif University Khairpur, Sindh

** Associate Professor, Shah Abdul Latif University Khairpur, Sindh

*** PhD Scholar Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

"خلع" میاں بیوی کے ایک دوسرے سے علیحدگی کے اسباب میں سے ایک ہے۔ یہ اس وقت تحقق پاتا ہے جب بیوی اپنے شوہر سے نفرت کرے اور اسے کچھ مال دے کر زوجیت کے رشتے سے آزاد ہونا چاہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں خلع کے مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ "خلع" کی اصطلاح خداوند متعال کے اس فرمان سے لی گئی ہے، جس میں میاں بیوی کے رشتے کو لباس سے تعبیر کیا ہے، ارشاد فرمایا: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ [1]، عورتیں آپ کے لیے لباس ہیں اور آپ ان کے لیے لباس ہیں۔ بدن سے کپڑوں کا اتارنا خلع کہلاتا ہے اسی طرح جب ایک شوہر اپنی بیوی کو جدا کرتا ہے، گویا زوجیت کا لباس اپنے تن سے اتار دیتا ہے، نیز جب بیوی اپنے شوہر سے خلع لیتی ہے تو گویا وہ لباسِ زوجیت کو اپنے تن سے جدا کر دیتی ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر قرآن نے "خلع" اتار دینے کے معنی سے تعبیر کیا ہے، حضرت موسیٰ سے خطاب ہوا: إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى [2] "میں ہی تمہارا رب ہوں، بس اپنی جوتیوں کو اتار دو، بتحقیق تم مقدس وادی میں ہو۔" لہٰذا قرآنی مفہوم بھی پہنی ہوئی چیز اتار دینے کے معنی کو پہنچا رہا ہے۔ اسی طرح خلع کے جواز پر بھی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں، جن میں سے سورہ نسا کی یہ آیہ شریفہ ہے، جس میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے: وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ [3] "اور اس نیت سے تم انہیں قید میں نہ رکھو کہ جو تم نے انھیں ادا کیا ہے، اس میں سے بعض حصہ واپس لو، مگر یہ کہ وہ مبینہ بدکاری کا شکار ہوں۔" پاکستانی عائلی قوانین عورت کو خلع لینے کی اجازت دیتا ہے۔ محمڈن لاء میں مندرج دفعہ 319 کی شق (2) اس قانون وضاحت میں لکھتی ہے: "خلع کی طلاق ایسی طلاق ہے جو زوجہ کی مرضی اور اس کی خواہش سے دی جاتی ہے اور جس میں وہ عقد نکاح سے آزاد کیے جانے کے معاوضے میں شوہر کو کوئی عوضانہ دیتی ہے، یا دینے کا وعدہ کرتی ہے۔ ایسی صورت میں معاملہ کی شرائط وہی ہوتی ہیں جو شوہر بیوی میں باہمی قرار پائیں، ہو سکتا ہے کہ بطور عوض، اپنا دین، مہر یا اپنے دوسرے حقوق سے دستبردار ہو جائے یا شوہر کو فائدہ دینے کیے لیے کوئی دوسرا اقرار کرے۔[4] البتہ مذکورہ قانون میں جس نوعیت سے خلع کی وضاحت کی گئی ہے اس سے متعلق فقہ جعفریہ کے کچھ تحفظات ہیں جسے مناسب مقام پر ذکر کیا جائے گا۔

اب بنیادی سوال یہ وجود میں آتا ہے کہ کیا میاں بیوی کے باہم کسی امر پر اتفاق سے خود بخود علیحدگی حاصل ہو جائے گی یا زوجیت کا رشتہ ختم کرنے کے لیے حاکمِ شرع سے رجوع کرنا ضروری ہے؟ اس سوال کے جواب میں فقہاکے نزدیک مال ادا کرتے ہی خود بخود علیحدگی حاصل نہیں ہو گی، البتہ حاکمِ شرع سے رجوع کرنے یا نہ کرنے کے متعلق دو نظریے ہیں؛

---

[1] البقرہ، 2: 187۔

[2] طہ، 20: 12۔

[3] النساء، 4: 12۔

[4] محمد احمد اللہ باجوہ، محمڈن لا (لاہور: خیبر پبلیشرز، س ن)، 590۔

مشہور فقہاکے نزدیک حاکمِ شرع سے رجوع ضروری نہیں ہے۔ پیشِ نظر مقالے میں "خلع کے لیے حاکمِ شرع سے رجوع کرنا ضروری ہے" کو ثابت کیا گیا ہے۔

خلع، طلاق ہے یا طلاق کی ایک قسم

فقہائے جعفری کے نزدیک، "خلع" طلاق کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور اس کی تعریف میں تحریر کرتے ہیں: "والخلع ضرب من الطلاق و لایقع الّا علی عوض من المراة و ذالک ان تکون المراة قد کرهت زوجها و آثرت فراقه۔[5]" "خلع طلاق کی قسموں میں سے ہے اور عورت کی جانب سے معاوضہ دیے بغیر واقع نہیں ہوتی اور یہ عورت اپنے خاوند سے نفرت کرتی ہو اور اس سے علیحدہ ہونا چاہتی ہو۔ البتہ یہ نفرت زوجہ کی جانب سے ہو، خاوند کی جانب سے نہ ہو۔"[6] جواد مغنیہ مزید اس طرح رقم طراز ہیں: انّ الخلع قسم من اقسام الطلاق و انّه یعتبر فی الطلاق بزیادة الفدیة والکره من الزوجة-[7] "خلع، طلاق کی قسموں میں سے ایک قسم ہے اور تمام وہ چیزیں جو طلاق میں معتبر ہیں وہ اس میں بھی، فدیہ اور زوجہ کی جانب سے کراہت کے اضافہ کے ساتھ معتبر ہیں۔" امامیہ فقہا کی مذکورہ تعریفوں کی روشنی میں دو بنیادی عنصر سامنے آتے ہیں:

(الف) زوجہ اپنے خاوند سے نفرت کرتی ہو، اگر نفرت نہیں کرتی تو وہاں خلع صدق نہیں آئے گا۔

(ب) خلع حاصل کرنے کے لیے زوجہ اپنے خاوند کو فدیہ ادا کرے اور فدیہ دینے میں راضی اور رغبت رکھتی ہو،[8] لہٰذا اگر نہ راضی ہو اور نہ ہی رغبت رکھتی ہو تو وہاں بھی خلع صادق نہیں آئے گا۔

فقہا کا خلع کے ذریعہ زوجین میں علیحدگی کو اصطلاحی طلاق سے الگ تصور کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصطلاحی طلاق، شوہر (مرد) کے ارادے اور بغیر کسی مقدمات کے واقع ہو سکتی ہے، جب کہ خلع واقع ہونے میں مقدمات اور اس کی مخصوص شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اس قسم کی جدائی کے لیے اہم سوال یہ ابھرتا ہے کہ کیا ایسی جدائی کے لیے کسی حاکم شرع یا قاضی کے پاس جانا اور اس کے پاس مقدمہ دائر کرکے علیحدگی کا حکم لینا ضروری ہے یا شوہر خود ہی طلاق کی

[5] مرزا علی، مصطلاحات الفقه مشکینی (قم: مؤسسہ چاپ الهادی، 1384 ش)، 277؛ محمد بن نعمان شیخ مفید، المقنعہ (قم: کنگرہ جہانی ہزارہ شیخ مفید، 1413ھ)، 528؛ سید ابو الحسن الاصفهانی، وسیلۃ النجاۃ بمعہ حواشی امام خمینی (قم: مؤسسہ نشر و آثار امام خمینی، 1422ھ)، 797۔

[6] محمد حسن بن محمد باقر النجفی، جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1404ھ)، 33: 2۔

[7] محمد جواد مغنیہ، فقہ الامام الصادقؑ، (قم: مؤسسہ انصاریان، 1412ھ)، 6: 17؛ محمد بن منصور ابن ادریس، السرائر الحاوی لتحریر الفتاویٰ، (قم: دفتر تبلیغات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، 1410ھ)، 2: 724؛ نجفی، جواہر الکلام، 33: 2۔

[8] حسن بن یوسف علامہ حلی، تحریر الاحکام الشرعیۃ علی مذہب الامامیہ (قم: مؤسسہ امام صادقؑ قم/ایران، 1420ھ)، باب النکاح، 4: 81، 84؛ محمد بن یعقوب کلینی، الکافی (قم: مرکز بحوث دار الحدیث، 1429ھ)، 11: 683۔

طرح بیوی کو آزاد کر سکتا ہے؟ لہٰذا اس سوال کا جواب حاصل کرنے سے پہلے ہمیں فقہ جعفریہ کے مبانی و مبادیات کی روشنی میں حاکم شرع کی تعریف سمجھنی ہو گی تا کہ ہم اپنے مطلوب تک پہنچ سکیں۔

حاکم شرع، قرآن وسنت اور فقہی تناظر میں:

اہل لغت کے نزدیک: الحاکم و هو القاضی[9] "قاضی، فیصلہ کرنے والا، فرمان دینے والے کو کہا جاتا ہے۔"[10] ابن منظور تحریر کرتے ہیں: "و الحاكِم: مُنَفِّذُ الحُكْمِ، و الجمع حُكّامٌ[11]"، حکم نافذ کرنے والے کو حاکم کہا جاتا ہے اور اس کی جمع حُکام ہے۔ اس لفظ کا استعمال قرآن مجید میں بھی ہوا ہے البتہ جمع کے صیغے کے ساتھ "حُکام" آیا ہے، جیسے: وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ،[12] یا ترکیب اضافی کے ساتھ خداوند متعال کی ذات اقدس کے لیے "احکم الحاکمین" آیا ہے، جیسے: أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ،[13] یا بعض مقام پر "خیر الحاکمین" آیا ہے، جیسے: أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ-[14] متعدد روایات میں بھی حاکم، قاضی اور فیصلہ کرنے والے کیلئے استعمال ہوا ہے اور اس کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ "و الظاهر من الحاكم القاضي و هو الذي يحكم في الوقائع الخاصة، و ينفذ الحكم لا المفتي و هو المبين الحكم الشرعي عموما[15]"، حاکم وہ ہے جو خاص وقائع میں حکم صادر کرے اور اس کا حکم نافذ ہو، نہ مفتی کی طرح، مفتی وہ ہے جو عام طور پر شرعی حکم بیان کرتا ہے۔

امامیہ فقہاء کے نزدیک: "المراد بالحاكم هنا الإمام أو من يأمره الإمام خاصة[16]"، حاکم سے مراد امام معصوم یا جو امام کی جانب سے منصوب ہوا ہو۔" عصرِ حاضر میں نہ ہی امام کا ظاہری وجود ہے اور نہ ہی ان کی جانب سے خاص منصوب شدہ نمائندہ؛ بنابراین فقہائے امامیہ کے نزدیک عصرِ غیبت میں حاکم کا حقیقی مصداق فقیہ جامع الشرائط ہے۔ لہٰذا شہید ثانی[17]، محقق کرکی[18] اور فخر المحققین لکھتے ہیں: "فإن تعذّر فالفقيه الجامع لشرائط الفتوى[19]"، امامؑ اور ان کی جانب

---

[9] مبارک بن محمد ابن اثیر، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (قم: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، 1367ش)، 418۔

[10] محمد بن یعقوب فیروزآبادی، القاموس المحیط (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1415ھ)، 4: 39۔

[11] ابن منظور، لسان العرب، 12: 142۔

[12] البقرہ، 2: 188۔

[13] التین، 95: 8؛ ھود، 11: 45۔

[14] یوسف، 12: 80؛ الاعراف، 7: 87؛ یونس، 10: 109۔

[15] محمد باقر بن محمد تقی علامہ مجلسی، مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسولؐ (تہران: دار الکتب الاسلامیہ، 1404ھ)، 1: 224۔

[16] حلی، تحریر الاحکام، 3: 433۔

[17] زین الدین بن نور الدین علی بن احمد عاملی شہید ثانی، مسالک الافہام الی تنقیح شرائع الاسلام (قم: مؤسسہ معارف الاسلامیہ، 1413ھ)، 7، 4: 146، 162۔

سے خاص منصوب شدہ نمائندہ نہ ہونے کی صورت میں فقیہ جامع الشرائط حاکم ہے۔" فقہا اس بات کے قائل ہیں کہ فقیہ جامع الشرائط فتویٰ دینے کے علاوہ، حاکمِ شرع کے عنوان سے حکم صادر کرنے کا ذمہ دار بھی ہے۔[20] البتہ فقہا کی تحریروں سے یہ بات بالکل واضح ملتی ہے کہ فقہانے حاکمِ شرع کی دو قسمیں کی ہیں؛ ایک وہ جسے خداوند متعال نے بذات خود بذریعہ وحی حاکمِ شرع معین کیا ہے، جیسے پیغمبر گرامی ﷺ اور آئمہ معصومین ہیں[21] اور دوسری قسم وہ جو ان کی جانب سے حاکمِ شرع کے عنوان سے معین ہو۔[22] بنابرایں عصرِ حاضر میں فقہ جعفریہ کی مبانی کے مطابق، فقیہ جامع الشرائط، حاکمِ شرع ہے۔ نکتہ قابلِ ذکر یہ بھی ہے کہ مذکورہ فقہ کے بنیادی متون میں حاکمِ شرع کی اصطلاح علامہ حلی کے دور سے شروع ہوئی ہے۔[23] فقہ جعفریہ میں فقیہ جامع الشرائط کے حاکمِ شرع ہونے پر روایات (جن میں علما کو پیغمبر ﷺ کا امین کہا گیا ہے: "عَلِيٌّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّوْفَلِيِّ عَنِ السَّكُونِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص الْفُقَهَاءُ أُمَنَاءُ الرُّسُلِ مَا لَمْ يَدْخُلُوا فِي الدُّنْيَا قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ مَا دُخُولُهُمْ فِي الدُّنْيَا قَالَ اتِّبَاعُ السُّلْطَانِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَاحْذَرُوهُمْ عَلَى دِينِكُم".[24]، ان کا جانشین کہا گیا ہے:"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): الْمُتَّقُونَ سَادَةٌ، وَ الْفُقَهَاءُ قَادَةٌ، وَ الْجُلُوسُ إِلَيْهِمْ عِبَادَةٌ[25]" اور وارثانِ انبیا کہا گیا ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَ ذَاكَ أَنَّ الْأَنْبِيَاء[26]")، دلیل عقل[27] اور دلیل اجماع (الادلة الدالة علی ولایة الحاکم الشرعی اقسام، احدها الاجماع

[18] علی بن حسین عاملی محقق کرکی، جامع المقاصد فی شرح القواعد (قم: مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، 1414ھ)، 12: 96۔

[19] محمد بن حسن حلی فخر المحققین، ایضاح الفوائد فی شرح مشکلات القواعد (قم: مؤسسہ اسماعیلیان، 1387ھ)، 2: 624۔

[20] علی بن محمد رضا کاشف الغطاء نجفی، النور الساطع فی الفقہ النافع (نجف: مطبعۃ الآداب، 1381ھ)، 1: 389-395۔

[21] الغطاء نجفی، النور الساطع فی الفقہ النافع، 370-372۔

[22] الغطاء نجفی، النور الساطع فی الفقہ النافع، 375-377۔

[23] نجفی، جواہر الکلام، 12، 17، 22: 352؛ فخر المحققین، ایضاح الفوائد، 4: 296۔

[24] کلینی، الکافی، کتاب فضل العم، باب المستاکل بعلمہ، رقم الحدیث: 5/122، 1: 144؛ محمد بن حسن شیخ حر عاملی، الفصول المھمۃ فی اصول الآئمۃ (قم: مؤسسہ معارف اسلامی امام رضاؑ، 1418ھ)، باب وجوب الحذر من متابعۃ علماء السوء، رقم الحدیث: 3-956، 1: 607۔

[25] محمد بن حسن شیخ طوسی، الامالی للطوسی (قم: دار الثقافۃ، 1414ھ)، المجلس الثامن، رقم الحدیث: 392-42، 225؛ محمد باقر بن محمد تقی علامہ مجلسی، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام (بیروت: مؤسسہ الطبع والنشر 1410ھ)، کتاب العقل والعلم والجہل، باب مذاکرۃ العلم و مجالسۃ العلماء، رقم الحدیث: 9، 1: 201۔

[26] علامہ مجلسی، مرآۃ العقول، کتاب فضل العلم، باب صفۃ العلم، رقم الحدیث: 2، 1: 103؛ میرزا حبیب اللہ ہاشمی خوئی، منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ (تہران: مکتبۃ الاسلامیۃ، 1400ھ)، 16: 176۔

المحصل[28]) کے ذریعہ اپنے مدعیٰ پر دلائل قائم کرتے ہیں۔ لہٰذا مذکورہ دلائل کی روشنی میں جامع الشرائط فقیہ، حاکمِ شرع کی حیثیت رکھتا ہے اور عصرِ غیبت میں اس کے اختیارات بھی وہی ہیں جو ائمہ معصومین کو حاصل ہیں۔[29] فقیہ جامع الشرائط کے انھی اختیارات میں سے مسئلہ خلع بھی ہے جس پر فقہاکے نظریات کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

حاکم شرع کے پاس خلع کا مقدمہ دائر کرنا

خلع کی شرعی حیثیت حبیبہ بن سہل[30] یا جمیلہ بنت عبد اللہ ابن ابی[31] کے واقعہ سے شروع ہوتی ہے۔ وہ اپنے شوہر ثابت بن قیس سے نفرت کرتی تھی جبکہ اس کا شوہر اس کو بہت چاہتا تھا۔ یہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: یارسول اللہ ! نہ میں اور نہ ہی وہ ایک بستر پر سوئیں گے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس کے دین میں یا اخلاق میں کسی قسم کا عیب ہو۔ اس نے کہا: ایک دن میں نے خیمہ کا پردہ اٹھایا تو دیکھا وہ ایک گروہ کے ساتھ آرہا ہے، اس حالت میں کہ قد میں سب سے چھوٹا اور رنگ میں کالا اور چہرہ بدصورت تھا۔ اس کے شوہر نے حق مہر میں ایک باغ دیا تھا۔ اس وقت سورہ بقرہ کی یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی: وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا۔[32]
ثابت نے عرض کی: اس عورت کو باغ لوٹا دینے کا حکم دے دیں؛ پیغمبر ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: اس بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ اس عورت نے کہا: یارسول اللہ مجھے قبول ہے، باغ کے علاوہ اس سے زیادہ دینے کو تیار ہوں۔ شیخ طوسی نے آیت کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا: روی انّ هذه الآية نزلت فی ثابت بن قيس و زوجته وردت عليه حديقته و طلقها باذن النبی[33] " مذکورہ آیت ثابت بن قیس اور اس کی زوجہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کی زوجہ نے اذنِ نبی سے اس کا باغ اسے واپس پلٹایا۔" مذکورہ واقعہ کے تناظر میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا خلع تحقق پانے کے لیے حاکم کا حکم ضروری ہے یا نہیں؟

---

[27] العطاء نجفی، النور الساطع فی الفقہ النافع ، 1: 343۔

[28] محمد کاظم رحمان ستایش، رسائل فی ولایۃ الفقیۃ (قم: انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم، 1425ھ)، 115۔

[29] سید میر عبد الفتاح بن علی حسینی مراغی، العناوین الفقیۃ (قم: دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، 1417ھ)، 2: 562-569۔

[30] محمد بن حسن شیخ طوسی، المبسوط فی فقہ الامامیہ (تہران: المکتبۃ المرتضویۃ لاحیاء الآثار الجعفریۃ، 1387ھ)، 4: 342۔

[31] فضل بن حسن طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن (تہران: ناصر خسرو، 1372ھ)، 2: 577۔

[32] البقرہ، 2: 229۔

[33] محمد بن حسن شیخ طوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، تحقیق- احمد عاملی (بیروت: دار الاحیاء التراث العربی، سن ندارد)، 2: 244۔

اس بارے میں مشہور امامیہ فقہا کا نظریہ ہے کہ خلع میں حاکم کا حکم ضروری نہیں ہے۔ مرد، طلاق کی شرائط پر عمل کرتے ہوئے، اپنی بیوی کو خلع کے ذریعہ ازدواجی بندھن سے آزاد کر سکتا ہے۔ علامہ حلی نے اس نظریہ کو مشہور شیعہ فقہا سے منسوب کیا ہے اور ابن جنید کو اس نظریے کا مخالف جانا ہے۔ ابن جنید، قرآنی آیت اور جناب زرارہ کی روایت کے مطابق، حاکم کے حکم کو ضروری جانتے ہیں۔[34] شیخ طوسی بھی حاکم کا حکم ضروری نہ ہونے پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں: "الخلع جائز بين الزوجين و لا يفتقر الى حاكم، دليلنا اجماع الفرقة[35]" خلع میاں بیوی کے درمیان جائز ہے اور یہ حاکم کا محتاج نہیں، اس پر ہماری دلیل، فرقہ کا اجماع ہے۔"

حکمِ حاکم کے قائلین کے دلائل

جو کہتے ہیں کہ خلع کے لیے حاکم کا حکم ہونا ضروری ہے، انھوں نے اپنے مدعیٰ کے اثبات کے لیے قرآن و سنت سے دلائل پیش کیے ہیں۔ ان کی پہلی دلیل یہ آیہ شریفہ ہے جس میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا۔[36] "اگر تمھیں اس بات کا خوف ہو کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو ان دونوں کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت کچھ معاوضہ دے کر، عقدِ نکاح سے آزاد ہو جائے۔" اس آیت میں "فان خفتم" کے ذریعہ خطاب، عام لوگوں سے ہے؛ اگرچہ یہ ان موارد میں سے ہے جہاں حکم اجرا کرنے میں سب کو شامل کرتا ہے لیکن حکم ذاتاً ایک شخص یا معین اشخاص کے ذریعے ہی اجرا کیا جانا چاہیے۔ اگر حاکمِ شرع کی جانب سے کوئی خاص طریقہ بیان نہ ہوا ہو تو حکم کو جاری کرنے والا حاکم ہو گا، جیسے گناہگاروں کے بارے میں حدود کا جاری کرنا کہ جس میں خطاب عام لوگوں سے ہے لیکن تمام کے تمام لوگ ایک ساتھ حکم اجرا نہیں کر سکتے، لہٰذا حاکم یہ ذمہ داری سرانجام دیتا ہے۔ اس مقام پر بھی "خفتم" سے خطاب تمام افراد ہیں، لیکن حاکم معین کرے گا کہ میاں بیوی کی جانب سے حدودِ الٰہی جاری نہ ہونے کا خطرہ ہے یا نہیں؟۔ روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جناب زرارہ نے حضرت امام محمد باقر سے روایت نقل کی جس میں امام فرماتے ہیں: " وَ لَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا عِنْدَ سُلْطَانٍ فَإِذَا فَعَلَتْ ذَلِكَ فَهِيَ أَمْلَكُ بِنَفْسِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يُسَمِّيَ

---

[34] حسن بن یوسف علامہ حلی، مختلف الشیعۃ فی احکام الشریعۃ (قم: دفتر تبلیغات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، 1413ھ)، 7: 397۔

[35] محمد بن حسن شیخ طوسی، الخلاف فی الاحکام (قم: دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، 1407ھ)، 4: 424۔

[36] البقرہ، 2: 229۔

طَلَاقاً۔[37]"، جناب زرارہ کی مذکورہ روایت میں آیا ہے کہ خلع واقع نہیں ہوگا مگر حاکم کے پاس اور اگر حاکم نے ایسا کیا تو طلاق کا نام لیے بغیر، عورت اپنے لیے یہ حق رکھتی ہے۔" اس روایت کے ابتدائی بیان میں خلع کا مقدمہ بیان ہونے کے بعد، جملۂ حصر (نفی کے بعد استثنا) کی صورت میں خلع انجام پانا، حاکم کے حکم پر منحصر کیا گیا ہے۔ اس نظریے کے مدِ مقابل مشہور نظریہ درض ذیل ہے۔

مانعین کے دلائل

مشہور فقہا حاکم سے عدم رجوع کے قائل ہیں، وہ اپنے نظریے کے اثبات پر درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

1- "أنّه عقد معاوضة، فلم يكن من شرطه الحاكم، كسائر العقود" خلع ایک قسم کا لین دین والا معاملہ ہے، تمام عقود کی طرح اس کے تحقق پانے میں حاکم کی ضرورت نہیں۔"

2- "و لأنّه طلاق على ما تقدّم، فلا يشترط فيه السلطان" یہ علیحدگی ایک قسم سے طلاق ہے اور طلاق میں حاکم کی رائے کا ہونا ضروری نہیں ہے۔"

3- "بالحمل على الاستحباب" جناب زرارہ کی روایت، استحباب پر حمل ہوگی۔"

4- "أنّ الخطاب مع الأزواج، و على أنّه يجوز التخصيص للدليل"، آیہ شریفہ میں "ان خفتم" سے خطاب، میاں بیوی بھی ہو سکتے ہیں۔[38]

لہٰذا مذکورہ دلائل سے فقہائے مشہور یہ اخذ کرتے ہیں کہ خلع کے لیے حکمِ حاکم کی ضرورت نہیں ہے۔

خلاصۂ بحث

دونوں نظریوں میں عمیق مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلع کے متعلق متقدمین کا نظریہ یہ ہے کہ مقدمہ حاکم کے پاس لے جانا ضروری ہے، لیکن شیخ طوسی کے بعد اکثر فقہا کا نظریہ یہ ہے کہ اس خلعی طلاق میں حاکم سے رجوع کرنا ضروری نہیں ہے۔ مذکورہ بالا دونوں نظریوں کے ادلہ کی روشنی میں، درج ذیل وجوہات کی بنا پر متقدمین کا نظریہ قوی دیکھنے میں آتا ہے:

(الف): آیہ شریفہ میں جملۂ خطاب "خفتم" جمع کی صورت میں آیا ہے۔ یہ خطاب دوسرے خطابوں کی طرح (فاقطعوا، فاجلدوا) تمام مسلم معاشرے کو اپنی نظر کے دائرے میں رکھے ہوئے ہے، اور مسلمان معاشرے کا نمائندہ، حاکم اور

---

[37] محمد بن حسن شیخ طوسی، تہذیب الاحکام (تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، 1407ھ)، کتاب الطلاق، باب الخلع والمباراۃ، رقم الحدیث: 10-331، 8: 98؛ محمد بن حسن شیخ حر عاملی، تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (قم: مؤسسہ اہل البیت علیہم السلام، 1409ھ)، کتاب الخلع والمباراۃ، باب انّ المختلعۃ لاتبین حتیٰ تتبع بالطلاق، رقم الحدیث: 28608-10، 22: 286۔

[38] علامہ حلی، مختلف الشیعہ، ج7: 388۔

سلطان ہے۔ بنابرایں ابن جنید کا یہ کہنا کہ خلع حاکم کے حکم کے بغیر واقع نہیں ہوتا کیونکہ وہ امورِ مسلمین کا ذمہ دار ہے، نہ صرف حق بات ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی عملی سنت پر انحصار ہے۔

(ب): خلع کی صورت میں علیحدگی کا حکم، ایک خاص حکم ہے اور جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی کا رسول اللہ کی خدمت میں مقدمہ دائر کرنے کا واقعہ اور آیہ شریفہ کا اس بارے میں نازل ہونا اور رسول گرامی اسلام کا اس واقعہ پر خاص توجہ دینا، اس بات کی حکایت کررہا ہے کہ یہ واقعہ ایک قسم کی حکمیت تھی۔ کیونکہ جب پیغمبر اسلام نے دونوں فریقوں کو مخاطب قرار دیا اور دونوں کی نظر معلوم کی اور اظہارِ نظر کے بعد، حکم فرمایا کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ البتہ کچھ مآخذ میں یہ ذکر ہوا ہے کہ رسول اللہ نے دونوں فریقوں کی گفت گو سننے کے بعد، خاتون کو حکم دیا: "قال لها رسول الله صلّى الله عليه و آله: اعتدّي[39]"، عدت میں بیٹھ جاؤ۔ یہ اس حکم کی حکایت کررہا ہے کہ قاضی کی جانب سے دونوں فریقوں کے لیے حکم جاری ہوا ہے اور اسی حکم کی بناپر دونوں میں جدائی حاصل ہوئی ہے۔

(ج): صحیحہ جناب زرارہ میں ان الفاظ سے روایت ملتی ہے: "و لا يكون ذلک الّا عند سلطان[40]"، اس روایت میں آیا ہے کہ حاکم کے علاوہ کبھی بھی خلع واقع نہیں ہوگا؛ الّا کے ذریعہ حصر یقیناً مفہوم رکھتا ہے اور مفہوم یہ لازم قرار دیتا ہے کہ حاکم کے بغیر خلع کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ یہ نکتہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ حاکم شرعی سے رجوع نہ کرنے والے اسے استحباب پر حمل کرتے ہیں[41]، یہ دعویٰ بغیر دلیل ہے؛ جس طرح خطاب "خفتم" میں دعویٰ کیا گیا کہ یہ میاں بیوی سے خطاب ہے، یہ بھی دعویٰ بغیر دلیل ہے۔

(د): قائلین نے خلعی طلاق کو عقد معاوضة[42] "لین دین والے معاملہ" سے تعبیر کیا ہے، اس چیز سے قطعِ نظر کہ خلع عقد نہیں بلکہ ایقاع ہے اور اس بناپر جدائی سے پہلے، دونوں فریقکے مال کے لین دین پر راضی ہونے کی صورت میں انجام پاتا ہے، مسامحتاً اس پر عقد کا اطلاق ہوتا ہے، لہٰذا ہم یوں نہیں کہہ سکتے کہ عقد ہے اور حاکم اور قاضی کے حکم کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ عقود اور ایقاعات اشخاص کے ارادوں سے وجود میں آتے ہیں اور اگر ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں شرعی ممانعت نہ ہو تو ارادہ تحقق پذیر ہوتا ہے، لیکن جس طرح شارع مقدس بعض ارادوں کے محقق ہونے

---

[39] ابن ادریس، السرائر، ج2: 727۔

[40] شیخ حر عاملی، وسائل الشیعہ، کتاب الخلع والمباراۃ، باب انّ المختلعُ لا تبین حتیٰ تتبع بالطلاق، رقم الحدیث: 28608-10، 22: 286؛ محمد باقر بن محمد تقی علامہ مجلسی، ملاذ الاخیار فی فہم تہذیب الاخبار (قم: کتاب خانہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی، 1406ھ)، کتاب الطلاق، باب الخلع والمباراۃ، رقم الحدیث: 10، 13: 195۔

[41] علامہ حلی، مختلف الشیعہ، 7: 388۔

[42] ایضاً۔

میں مانع ہو سکتا ہے جیسے: نکاح میں اقالہ، اسی طرح شارع مقدس یہ حق رکھتا ہے کہ بعض ارادوں کے تحقق پانے کو حاکم کے حکم سے مشروط کر دے۔ لہٰذا شارع مقدس نے خلع تحقق پانے کے لیے اسے حاکم کے حکم سے مشروط کیا ہے۔
بنابرایں میاں بیوی کا مال پر اتفاق اور رد و بدل کرتے ہی خود بخود علیحدگی حاصل نہیں ہو گی بلکہ خلع کے لیے حاکمِ شرع سے رجوع کرنا ہو گا اور اسی کے حکم سے زوجین میں علیحدگی وجود میں آئے گی۔ خلع کی بنیادی شرط یہ بھی ذکر ہوئی کہ عورت اپنی خاوند سے نفرت کرتی ہو، اس سے بیزار ہو اور مال دے کر چھٹکارا چاہتی ہو تو عورت کی درخواست پر "بعض حالات کے پیشِ نظر اور قانونی طور پر حاکم کو طلاق دینے کا اختیار حاصل ہے۔[43] اگر شوہر خلع دینے کو تیار ہے تو حاکم شوہر کی اجازت سے خلع جاری کرے گا، لیکن اگر خلع دینے پر راضی نہ ہو تو حاکم عورت کی درخواست پر تحقیق کے بعد، حاکم شوہر کو علیحدگی پر راضی کرے گا، اگر شوہر راضی نہ ہوا تو حاکٖ شوہر کی جانب سے طلاق جاری کر دے گا کیوں کہ " الحاکم ولی الممتنع[44] شوہر سے نفرت اور بیزاری کے علاوہ کئی اور موارد ہیں جہاں حاکمِ شرع شوہر کی جانب سے طلاق جاری کر سکتا ہے۔ لہٰذا فقہ کی کتب میں متعدد مقامات ذکر ہیں، جہاں حاکمِ شرع کو اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت کی درخواست پر دونوں میں علیحدگی ڈال سکتا ہے، مثلاً:

1. زوجہ کا اپنے خاوند کے ساتھ مزید زندگی گزارنے میں مشقت کے باعث، عسر و حرج کا سامنا ہو۔[45]
2. خاوند زوجہ کو نان و نفقہ نہ دے یا دینے سے عاجز ہو۔[46]
3. شوہر غائب مفقود الخبر ہو۔[47]

---

[43] آیۃ اللہ شیخ بشیر حسین بن صادق علی النجفی، مختصر عائلی قوانین بمطابق فتویٰ حافظ بشیر (قم: امام المنتظرؑ، 1392ش)، تسلسل 26، فصل 4، مادہ 10، 7۔

[44] نجفی، جواہر الکلام، 40: 135۔

[45] حسین بن علی حلی، بحوث فقہیہ (قم: مؤسسہ المنار، 1415ھ)، 186۔

[46] فخر المحققین، ایضاح الفوائد، 3: 291؛ علی بن علی بن محمد فقعانی، الدر المنضود فی معرفۃ صیغ النیات والایقاعات والعقود (قم: مکتبہ امام العصر (عج) العالمیہ، 1418ھ)، 207۔

[47] سید احمد بن مرزا یوسف خوانساری، جامع المدارک فی شرح المختصر النافع (تہران: مؤسسہ اسماعیلیان، 1405ھ)، 4: 563۔